مولانا عبدالکریم صاحب

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جمعیت اہلحدیث کے شیخ اشرف، مولانا طاہر، حافظ یوسف گکھڑوی کے بعد ایک اور سانحۂ ارتحال . . .

سیدی و مولائی حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی مرحوم و مغفور کے والد کا اسم گرامی امام دین اور دادا کا نام محمد عظیم تھا۔ ان کے آباؤ اجداد درزی اور کپڑوں پر تلہ چڑھانے کا کام کرتے تھے۔ سکونت وزیر آباد میں تھی۔

ان کے والد بزرگوار موحد حنفی المسلک تھے۔ تاہم حافظ صاحب مرحوم کی تصریح کے مطابق نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھتے اور قراءت فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔

بلدیہ وزیر آباد کے اندراج کے مطابق ان کی ولادت ۲۴ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸ اگست ۱۸۹۸ء کو ہوئی۔

سکول کی تعلیم سوائے اس کے کچھ نہیں تھی کہ زیادہ سے زیادہ انہوں نے حروف ہجا (الف، با، تا) سیکھے ہوں۔

"قرآن مجید" "ناظرہ" مولوی سراج الدین صاحب وزیر آبادی اور حافظ پیر عبداللہ صاحب وزیر آبادی سے پڑھا اور بعد ازیں اپنا آبائی کام ماسٹر کریم بخش صاحب وزیر آبادی سے سیکھ کر اپنے والد ماجد کے ساتھ حصول معیشت میں مشغول ہو گئے۔

آپ کی عمر عزیز کا تقریباً چودھواں سال تھا کہ آپ کی ملاقات مولانا فضل الٰہی صاحب امیر جماعت مجاہدین سرحد۔ جو کہ وزیر آباد ہی کے رہنے والے تھے۔ سے ہوئی۔ ان کی ترغیب پر آپ نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ بھی پڑھنے لگے اور فارغ وقت میں اپنی دکان پر بھی کام کرتے رہے۔

سیدی حافظ صاحب مرحوم کے اس قرآن مجید پر، جس سے انہوں نے حفظ کیا، جناب

مولانا فضل الٰہی صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تاریخ اس طرح درج ہے۔

"۲۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو سورۃ شعرا حفظ کرنا شروع کی اور ۵ رنومبر ۱۹۱۲ء تک انیسواں پارہ ختم کر لیا۔"

اسی حساب سے موصوف نے ۱۷ر مارچ ۱۹۱۳ء سے فروری ۱۹۱۴ء تک تقریباً ایک سال میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا۔"

بعد ازیں آپ نے باقاعدہ ترجمہ مولوی عمر الدین صاحب اور حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی سے مکمل کیا۔ پھر حافظ عبدالمنان صاحب نے خصوصی توجہ کے ساتھ بہت سی تفاسیر کا مطالعہ آپ سے کرایا۔ چونکہ حافظ صاحب نابینا تھے۔ اس لیے حافظ صاحب مرحوم سے مختلف تفاسیر نکلوا کر سنا کرتے تھے۔ اس مشق سے آپ نے بے حد فائدہ اٹھایا۔ حافظ صاحب خود اپنی سوانح میں رقمطراز ہیں کہ :-

"ایک دفعہ میں نے ایک تفسیر کی عبارت پڑھتے ہوئے اپنے استاد حافظ عبدالمنان صاحب پر اعتراض کیا کہ "احیاء موتی" تو اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے پھر عیسیٰ اس میں کیسے شریک ہو گئے تو فرمایا کہ "بار بار باذن اللہ وارد ہوا ہے، اس لیے شرکت سے نہیں بلکہ اجازت سے ہوا"۔ میں نے عرض کی کہ میں بخاری شریف نہیں پڑھا ہوا ہوں اور آپ مجھے اس کی اجازت دے دیں تو کیا میں پڑھا سکوں گا ؟۔ اجازت کے ساتھ اس کا علم بھی ضروری ہے پھر الوہیت کے کاموں میں اجازت کیسی ؟ بس یوں کہا تھا کہ موصوف نے مجھے مارا اور خوب مارا جو کہ میری کامیابی کا موجب ہوا۔ مگر وہ سوال آج تک حل طلب ہے۔[۱]

لیکن اس کے باوجود حافظ عبدالمنان صاحب نے انسباق کا سلسلہ جاری رکھا اور

---

[۱] ہمارے خیال میں یہ سوال اس قدر دقیق نہیں کہ حافظ عبدالمنان صاحب بھی اس کا جواب نہ دے سکے ہوں۔ سیدھی سی بات ہے کہ "احیاء موتی" معجزہ تھا، جس کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کام اپنے پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر کرے۔ جس کی قدرت خود پیغمبر یا دیگر مخلوق میں سے کسی میں نہ ہو۔ واللہ یفعل ما یشاء اس سلسلہ میں طول طویل بحث کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ اس کا محل نہیں۔ یہاں اس قدر وضاحت ضروری ہے کہ حافظ صاحب موصوف کی شخصیت جماعت اہلحدیث میں ان کے انہی خیالات کی وجہ سے متنازعہ فیہ رہی ہے۔ اگرچہ ان کی جماعتی خدمات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ (ادارہ)

پوری لگن کے ساتھ استاذی شفقت جاری رکھی۔ بلکہ آگے بڑھ کر موصوف کے لیے بہت سی دعائیں بھی کیں جو ہمیں یقین ہے کہ ان کے حق میں قبول بھی ہوئیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی بھی حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادیؒ کے پاس طلبِ علم کے لیے تشریف لائے۔

۱۹۱۴ء کے اوائل میں اہلحدیث کانفرنس امرتسر کے جلسہ میں جناب حافظ عبدالمنان صاحب کے ساتھ آپ امرتسر تشریف لے گئے۔ جہاں مختلف علمائے کرام سے ملاقات کی اور استاذِ محترم نے اپنے عزیز شاگرد کا لوگوں سے تعارف کرایا۔

وہاں سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو مارچ ۱۹۱۴ء میں مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی نے تار دے کر آپ کو دہلی بلایا۔ آپ وہاں پہنچے تو انہوں نے آپ کو باقاعدہ درس تعلیم کے لیے مدرسہ حاجی علی جان (متصل گھنٹہ گھر) میں داخل کرادیا۔ جہاں آپ نے باقاعدہ درس تعلیم حاصل کی اور ساتھ ساتھ مولانا شبلی نعمانی کے وعظ و درس سے بھی مستفید ہوتے رہے۔

اپنے زمانہ طالب علمی میں آپ نے عام طلبا کی طرح ہر کسی نہ کسی سے کچھ لینا پسند نہیں فرمایا۔ ان کی سوانح دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے انتہائی کٹھن حالات میں بھی تکالیف برداشت کرنے کا عزم جاری رکھا۔ یہی وجہ تھی کہ مختلف رؤسا دہلی نے آپ کی بے حد عزت افزائی کی۔

اسی زمانہ طالب علمی میں آپ نے رمضان المبارک میں مختلف مساجد میں قرآن مجید سنایا اور اس کی برکت سے آپ بہت سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے۔ اس شہرت اور خداداد ذہنی صلاحیتوں کی بنا پر مولانا عبدالوہاب صاحب دہلوی امام جماعت اہلحدیث کی توجہ بھی حافظ صاحب مرحوم پر جم گئی۔ اور مولانا موصوف نے اعزازی سند بھی دی اور خصوصی شفقت سے بھی نوازا۔

۱۹۱۶ء میں حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی نے نمازِ تراویح کے لیے دہلی سے واپس وزیرآباد آنے کے لیے خط لکھا۔ چنانچہ آپ ان کے حکم پر وزیرآباد واپس تشریف لائے اور اپنے استاذِ محترم کی مسجد میں قرآن مجید سنانا شروع کیا۔ اتفاق کی بات دیکھیے کہ رمضان المبارک کے صرف پندرہ روز گزرے تھے کہ اچانک حافظ عبدالمنان صاحب کا ۱۶ رمضان المبارک مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۱۶ء کو بعد از نمازِ عصر انتقال ہوگیا۔ اسی رمضان المبارک

میں دوبارہ مولانا فضل الٰہی صاحب کی توجہ بھی موصوف کی طرف راغب ہوئی۔ اور انہوں نے آپ کو مجاہدین کی سرگرمیوں کے لیے چن لیا۔ ۱۹۱۷ء کا سال دہلی سے سرحد تک ان مجاہدین کی امداد کے لیے، جو انگریز کے خلاف مصروف جہاد و پیکار تھے۔ موصوف کے لیے مختص تھا۔ اس سال آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ جن کی داستان اتنی طویل ہے کہ اس وقت بیان نہیں کی جا سکتی اور جس کی مختلف جھلکیوں کا ذکر اس وقت کے اخبارات و رسائل کے علاوہ مولانا غلام رسول مہر کی تصنیف "سیرت سید احمد شہید" میں بھی ملتا ہے۔

آپ کی ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر جو آپ میری طالب علمی کے زمانہ میں کبھی کبھی سنایا کرتے تھے اور اکثر رونئی (والی مسجد گجرات) میں عشاء کی نماز کے بعد بیٹھ کر دوران سبق سناتے تھے۔ اگر یوں کہا جاتا کہ ۱۹۱۷ء، ۱۹۱۸ء کے دو سال آپ کی زندگی کے قید و بند اور حکومت کے خلاف حق بات کہنے کی پاداش میں مصائب سہنے کا زمانہ تھا تو بے جا نہ ہوگا۔

رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ مطابق جون ۱۹۱۹ء میں آپ بھوانی ضلع حصار میں باقاعدہ مدرس خطیب مقرر ہوئے اور وہاں سے چند دنوں کی چھٹی لے کر اپنے گھر وزیر آباد اپنی شادی کے لیے تشریف لائے۔ نکاح کا خطبہ مولوی عمر دین صاحب وزیر آبادی نے پڑھا اور آپ کے استاد مولانا فضل الٰہی صاحب وزیر آبادی نے اپنی گرہ سے حق مہر کی رقم نقد ادا فرمائی۔

یہاں ایک بات ضمناً عرض کرتا ہوں جو دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔

جب راقم الحروف کی شادی کے موقع پر حافظ عنایت اللہ صاحب بھٹہ علیہ میرے گاؤں تشریف لے گئے تو میں نے لکھ کر (کیونکہ آپ کی سماعت آخر عمر میں بہت کمزور ہو چکی تھی) یہ ورقہ آپ کے سامنے کیا اور عرض کی کہ آپ کے ایک استاد نے نکاح پڑھا اور دوسرے نے حق مہر ادا کیا۔ میرے نکاح کا خطبہ بھی ایک استاد پڑھیں گے اور وہی حق مہر کی رقم بھی ادا فرمائیں گے۔ تو بہت ہنسے اور فرمایا:

"میں نے اپنا نکاح اپنے استاد کی مرضی کے مطابق کیا تھا جبکہ آپ نے اپنا نکاح استاذ کی مرضی کے خلاف کیا ہے۔ پس فات الشرط فات المشروط۔ لہذا آپ کا استاذ حق مہر نہیں ادا کر سکتا۔"

۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۱ء تک آپ کبھی دہلی اور کبھی بھوانی ضلع حصار میں کبھی خطیب، کبھی

مدرس کبھی دونوں عہدوں پر کام کرتے رہے اسی دوران تقریباً چھ ماہ کا گشتی دورہ بھی کیا۔ اس دورہ میں مولانا عبدالوہاب صاحب امام جماعت اور ان کے صاحبزادے بھی ساتھ رہے۔ اپنے استاد سے اختلافات بھی ہوئے۔ انڈیا کے بیشتر حصہ کی سیر بھی کی۔ اور بنگال (موجودہ بنگلہ دیش) کا دورہ بھی اس میں شامل ہے۔ مسلم اور غیر مسلم سے بحث و مناظرے بھی ہوئے اور آپ کی انفرادی حیثیت بہت حد تک اجاگر ہوئی۔

۱۹۲۲ء میں رمضان المبارک کے بعد مولانا عبدالوہاب صاحب دہلوی جو آپ کے استاذ بھی تھے۔ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ تو آپ کو اپنی جگہ وہ خطیب مقرر کر گئے۔ ان کی واپسی تک تو کام چلاتے رہے۔ لیکن استاذ و شاگرد کے ان اختلافات کی بنا پر جو کہ مال کی آمد و خرچ کے بارے میں تھے۔ باہم بن نہ سکی اور استاذِ گرامی کی واپسی پر مستعفی ہو کر کسی دوسری جگہ دہلی میں خطیب مقرر ہو گئے۔

ستمبر ۱۹۲۲ء میں حافظ محمد رمضان صاحب امام مسجد کٹڑہ شاہ بنگال گجرات کی وفات ہوئی جبکہ ۲۸، ۲۹ راکتوبر ۱۹۲۲ء کو گجرات کے دوستوں نے جلسہ کرایا جس میں حافظ صاحب بھی دہلی سے آکر شریک ہوئے، چونکہ یہاں کے لوگوں کو خطیب کی ضرورت تھی۔ اس جلسہ کے بعد یہاں کے لوگوں نے حافظ صاحب موصوف کو منتخب فرمایا۔ مگر وہ واپس دہلی جا چکے تھے۔ لہٰذا ان سے خط و کتابت ہوتی رہی۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ اپریل ۱۹۲۳ء میں رمضان المبارک آگیا اور آپ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سلفیؒ (جو کہ آپ کے قریبی دوست اور ہم سبق بھی تھے) کی مسجد میں قرآن مجید سنانے کے لیے مقرر ہو کر تشریف لے آئے اور اسی رمضان المبارک کے جمعہ کے خطبات گجرات کی جماعت کے کہنے پر اس مسجد میں دیتے رہے اور روڈ والی مسجد میں آپ نے پہلی نماز عیدالفطر پڑھائی۔

مئی ۱۹۲۳ء سے لے کر اگست ۱۹۲۳ء تک سیدی حافظ صاحب اور گجرات کے اس وقت کے احباب کی خط و کتابت یہاں مستقل قیام کی خاطر ہوتی رہی۔ دہلی کے دوست وہاں کے قیام کے لیے اصرار کرتے رہے اور گجرات کے دوست یہاں تشریف لانے پر زور دیتے رہے۔

انجام کار وزیر آباد اور گجرات کے مختصر سے فاصلہ کے خیال نے معاونت کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں گجرات کے لیے مختص کر دیا۔ ستمبر ۱۹۲۳ء میں آپ گجرات کی اس مسجد کے خطیب مقرر ہو گئے۔

قیام دہلی، بھوانی ضلع حصار اور گجرات ۱۹۲۳ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک درس و تدریس کا کام جاری رہا اور بے شمار لوگ سند یافتہ ہو کر جاتے رہے۔ ان کے شاگردوں کی موجودہ تعداد بھی بیسیوں ہے۔ جن میں بڑے بڑے فاضل، ادیب، یگانۂ روزگار شیخ الحدیث اور شیخ القرآن کے ناموں سے بھی پکارے جاتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں مدینہ کے فارغ التحصیل بھی ہیں اور حضرت کے تلامذہ ہی میں سے ایک بندۂ حقیر و ناچیز بھی، جس کے پاس سوائے اس کے کچھ بھی نہیں کہ ان کی پیری میں عرصہ تین سال سے ان ہی کی خدمت کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوتا رہا ہے۔

استاذی حافظ صاحب کی پوری زندگی ایک انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ ہوش سنبھالنے کے بعد آپ کی پوری زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ استغنا ایسے تو اس قدر کہ کسی سربراہ مملکت کو بھی شاید ہی نصیب ہو۔ اور روزمرہ زندگی کو دیکھا جائے تو کوئی فقیر بھی اس قدر فقر میں گزر بسر نہ کر سکے۔

انجمن اہلحدیث گجرات کا باقاعدہ پودا خود حافظ صاحب نے اپنے ہاتھوں سے لگایا۔ اور جب پودا بارآور ہوا تو اس کا پورا پھل اس پودے ہی کی دیکھ بھال کے لیے خرچ کر دیا۔

انہوں نے پوری زندگی سادگی کے ساتھ نہایت کفایت شعاری سے گزاری جس کی سینکڑوں مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

اب جبکہ وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں تو ان کے بعد ہمیں ایک ایسا خلا نظر آتا ہے، جس کا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

ان کی تصنیفات کی تعداد ڈھائی سو کے لگ بھگ ہے۔ جن میں آیات للسائلین۔ البیان المختار۔ القول المختار، اصول تفسیر، قطع الوتین من لبشیر الدین کیل الموفی فی معنی التوفی یسوا السلام خاص طور پر قابل ذکر اور ضخیم کتب ہیں۔ ان کتب میں بے شمار گوہر نایاب موجود ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی سنہری تحقیقات جو میرے نزدیک تحقیقات العنایہ کے نام موسوم کی جا سکتی ہیں۔ ان میں کافی حد تک فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد معصومیت کا دعویٰ کوئی بھی نہیں کر سکتا خواہ وہ کتنا ہی نیک روح اور تقویٰ کا مالک کیوں نہ ہو۔ اس لیے میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ ان [illegible]

ینت کے ساتھ پیش کیا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۔

الاعمال بالنیات کہ نیتوں پر ہی اعمال کا دارومدار ہے ۔

آخر میں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے ۔ اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائے ۔

ان کی ظاہری حالت کو دیکھ کر میں ان کے بارے میں یقین سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ۔

"یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی !"

وفات حسرت آیات" ۱۲/۱۱ رمئی کی درمیانی شب دس گیارہ بجے قریب مسجد کے صحن میں ہوئی ۔ جنازہ ارونڈی والی مسجد میں راقم الحروف نے پڑھایا ۔ اپنے مکان کے قریبی قبرستان شیماں میں مدفون ہوئے ۔

الراقم عبدالکریم خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث "العنایۃ" جناح سٹریٹ گجرات شہر)

صنعتکار اور تاجر حضرات

سے گذارش ہے ۔ کہ وہ ماہنامہ ترجمان الحدیث میں اشتہار دے کر اپنے کاروباری فائدہ کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب اسلام کی نشرو اشاعت میں اعانت کا فریضہ بھی انجام دیں ۔

(مینجر ادارہ)